شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علم منطق کی اہمیت وضرورت

حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور جامع المعقول والمنقول شخصیت ہیں۔ تدریسی زندگی کا اکثر حصہ آپ نے علوم عقلیہ کی ادق اور منتہی کتابوں کی پڑھائی میں گزارا۔ زیر نظر مقالہ درحقیقت وہ خطاب ہے جو کہ آپ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام تدریب المعلمین کورس ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بمقام جامعہ عثمانیہ پشاور میں فرمایا تھا۔ افادۂ عام کی خاطر یہ پُرمغز مقالہ قارئین الحق کی نذر ہے۔ (ادارہ)

منطق:

منطق کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک "علمی" سیبویہ فرماتے ہیں "الأعلام کلھا منقولات" تمام نام اور اسماء منقول ہیں۔ اس لئے دونوں معنی میں مناسبت بھی ضروری ہے' ہر علم کا ایک واضع ہوتا ہے' جس طرح ہر کتاب کا مصنف ہوتا ہے' اسی طرح جنس علم کا تذکرہ رؤس ثمانیہ میں بھی ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ مباحث کتاب کی ابتداء میں مقدمہ کے طور پر علماء بیان کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں کسی کتاب کے درس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ نفس فن اور کتاب کا سیکھنا ضروری ہوتا تھا۔ مصنف کے احوال وغیرہ کے تذکرے نہیں ہوتے تھے' یہ تذکرے صرف احادیث کے کتابوں میں ہوتے تھے استاد اور طالب علم نفس فن کو اچھی طرح جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

منطق مصدر میمی یا ظرف کا صیغہ ہے منطق نطق سے ہے نطق ظاہری بھی اور نطق باطنی بھی نطق ظاہری و باطنی کو تقویت کا ذریعہ ہے۔ اب یہ ایک فن کا نام پڑ گیا ہے جس کی تعریف یہ ہے۔ "الة قالونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء في افكر" یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کی وجہ سے انسان فکری خطا سے محفوظ رہتا ہے' یعنی آلہ عقلیہ ہے۔ منطق کے قوانین کی رعایت سے مجہولات کے حصول کے لئے جو فکری و عقلی ترتیب ہوتی ہے اس میں غلطی سے بچنا ہوتا ہے' جس طرح علم النحو کی وجہ سے اعرابی غلطی سے بچاؤ ہوتا ہے۔ مورخین کے نزدیک علم منطق کا واضع حضرت ادریس علیہ السلام' البتہ معلم اول ارسطو ہے کہ اس نے قواعد منطقیہ مرتب کئے ہیں لیکن ان کے عقائد

درست نہیں تھے مثلاً حشر کے منکر تھے۔ معلم ثانی خلفاء عباسیہ کے زمانے کے فارابی تھے۔ اسلامی مملکتوں میں جب وسعت ہوئی تو ساتھ ساتھ منطق وفلسفہ کے قوانین بھی عربی زبان کی طرف منتقل ہوئے۔ بڑے بڑے محققین اور مدققین نے بھی ان علوم مین حصہ لیا بعض نے تو ان علوم میں انتہائی انہماک سے کام لیا جس کی وجہ سے فساد ظاہر ہوا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض فنون میں فوائد کے ساتھ نقصانات اور فساد کے پہلو بھی ہوتے ہیں۔ اگر اعتدال سے کام لیا جائے اور نقصان سے بچنے کی کوشش ہو تو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر اعتدال چھوڑ کر افراط تفریط سے کام لیا جائے تو پھر فائدے کی بجائے نقصان ہوگا۔ حسن بصریؒ کے زمانے میں معتزلہ کا رئیس واصل بن عطا تھا۔ ان کے پیروکاروں نے فلاسفہ کا دامن پکڑا جس کی وجہ سے اخبار احاد کے منکر ہوگئے۔ خبر واحد کی ایسی روایتیں جن میں حشر ونشر اور رؤیت باری کا ذکر تھا ان کا انکار کردیا اور اپنی عقل کی مخالف باتوں کا انکار کیا۔ اس زمانے میں خبر واحد کی حجیت کا انکار شروع ہوا تو علماء کرام نے بھرپور تردید کے ساتھ دفاع کیا۔ اسی طرح تیسرے مرحلہ میں ابن سینا نے منطق کے قواعد کی ازسرنو تجدید کی تو اس فن کے مجدد قرار پائے اور معلم ثالث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

قوانین منطق اور قوانین فلسفہ میں فرق:

منطق اور فلسفہ کے قوانین میں فرق ہے' منطق کے قوانین میں خلاف شریعت کوئی نہیں بلکہ شرعی احکام کی تحقیق وتدقیق میں منطق ایک بڑا موثر معقولی آلہ اور وسیلہ ہے دوسرا یہ کہ علم حکمت کا موضوع موجودات عینیہ ہے اور منطق کا موضوع معقولات ہیں۔ مناطقہ مطلق معقولات یا معقولات ثانویہ سے بحث کرتے ہیں۔ مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک پہنچنے کے لئے تعریف اور حجت کے راستے اور قوانین بنائے مثلاً تعریف یوں ہوگی۔ جنس اور فصل کو یکجا کرنے سے دلیل اس طرح قائم ہوگی مثلاً صغریٰ کبریٰ کے ذریعہ دلیل کی اقساط بتلادیں۔ اس لئے یہ بات شہرت پکڑ گئی کہ علم منطق تمام علوم کے لئے الہ ہے۔ متقدمین نے تو علم منطق کو صرف علم حکمت کے لئے آلہ قرار دیا تھا' وجہ یہ تھی کہ حکمت وفلسفہ کے تمام مسائل عقلی ہیں۔ اس طرح فلاسفہ اور حکماء اپنے تمام مسائل عقلی دلائل سے ثابت کرتے تھے' لیکن متاخرین علماء نے علم منطق کو تمام علوم کے لئے مقدمہ قرار دیا۔ اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے ہے کہ علوم کے مسائل نظری ہوتے ہیں کیونکہ کوئی بھی مصنف بدیہیات کی تدوین نہیں کرتا۔ تمام نظری چیزیں اپنے وجود اور ثبوت علمی میں دلیل کی طرف محتاج ہوتی ہیں اگر دلیل صحیح ہوگی تو نتیجہ بھی صحیح ہوگا۔ دلیل کی صحت وعدم صحت کی ذمہ داری علم منطق نے لی ہے اس لئے ایک اعتبار سے تمام علوم کے نظری مسائل دلیل کی طرف محتاج ہوئے اور دلیل کی صحت اور فساد علم منطق کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اس لئے بعض حضرات نے علم منطق کو رئیس العلوم قرار دیا۔ کسی نے خادم العلوم ایسی صورتحال میں ایسے علم کی شرافت میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ ہاں کبھی ملحدین صرف عقلیات کا اتباع کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی نصوص سے ان کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ صرف عقلی بات اور دلیل سے مطمئن ہوتے ہیں۔ ان ملحدین کی

تردید وہی لوگ کریں گے۔جن کی عقلی تربیت ہو چکی ہو ان کی عقل منجمد نہ ہو۔

ایک نیچری کا واقعہ:

ایک نیچری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں غلامی کا ذکر نہیں ہے۔آیت میں ہے۔" فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء"

تردیدی حکم ہے۔صرف خلاصی اور آزادی کا حکم ہے۔غلامی کا ذکر نہیں ہے اسلئے غلامی کے تمام احکام فضول اور بیکار ہیں یہ آپ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا یہ حصری تردید جہاں آئی ہے یہ کون سا قضیہ ہے' شرطیہ ہے حملیہ یا شرطیہ میں منفصلہ ہے اور منفصلہ میں ''مانعۃ الجمع'' ہے یا ''مانعۃ الخلو'' یا ''منفصلہ حقیقیہ'' ہے پھر اس معترض کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ظاہر ہے یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع ہے۔جیسا کہ یہ قول ہے۔" ھذا الشی اما حجر او انسان "اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جمع ممکن نہیں یہ مطلب نہیں کہ خلو نہیں آسکتا ہے کہ ایک چیز نہ حجر (پتھر) ہوگی اور نہ انسان بلکہ ہوسکتا ہے کہ نہ حجر ہو اور نہ انسان بلکہ گھوڑا یا کوئی اور چیز ہو تو مذکورہ آیت میں جمع منع ہے۔خلو منع نہیں اب اگر منطق کے قواعد ہمیں معلوم نہ ہوتے تو اس نیچری کو کون اور کیا جواب دیتا۔استاد محترم حضرت العلامہ مولانا خان بہادرؒ المعروف بہ مارتونگ بابا کی ہندوستان میں طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے ایک طالب علم سے کسی ہندو فلسفی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علت تام ہے یا علت ناقص۔ طالب علم نے کہا کہ علت تام۔اس ہندو نے کہا پھر تو عالم قدیم ہوا۔کیونکہ علت تام کے وجود کے وقت معلول کا موجود ہونا ضروری ہے' ورنہ علت سے معلول کا تخلف آئیگا۔اور یہ تخلف معلول جائز نہیں۔طالبعلم بہت گھبرایا حیران پریشان بن کر حضرت الاستاد (جو اس وقت طالبعلم تھے) کے پاس آیا اور کہا کہ ایک ہندو نے لاجواب کر دیا ہے' حضرت الاستاد اس طالب علم کو لے کر ہندو کے پاس گئے۔اس ہندو نے وہی سوال دہرایا۔تو حضرت الاستادؒ نے فرمایا نہ علت تام ہے نہ علت ناقص۔بلکہ فاعل مختار اور فاعل بالارادہ ہے۔فعال لما یرید ہے۔جسوقت جو کام چاہے کرتا ہے اور کرسکتا ہے چنانچہ اس دفعہ وہ ہندو لاجواب ہو گیا۔یہ سب معقولات کی برکت ہے' علم منطق کے قواعد کے اصطلاحات جدید ہیں لیکن انکا استعمال قرآن وحدیث میں موجود ہے' یہ صرف علم منطق کا معاملہ نہیں بلکہ دیگر علوم مثلاً فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ کے اصطلاحات جدید اور بندوں کی ایجاد ہیں' لیکن ان کی حقیقتیں قدیم اور قرآن وحدیث میں موجود ہیں' فقہ اور اصول فقہ اور اصول حدیث جیسے مفید اور ضروری علوم پر کسی کو اعتراض نہیں لیکن علم منطق اور معقولات پر بعض حضرات اشکالات پیش آتے ہیں۔

منطقی حقائق اور قرآن مجید:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا"

برہان تمانع ہے' صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں کہ یہ حجت اقناعی ہے اس میں برہان کی طرف اشارہ ہے برہان مقدمات یقینیہ سے مرکب ہوتا ہے' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بڑے آسان طریقہ سے اس کا ذکر کیا ہے' یہ قیاس استثنائی رفعی ہے ۔اس میں نقیض مدعا مقدم ہوتا ہے' اس کے ساتھ ایک تالی محال لازم ہوتا ہے۔اور ملزم محال محال ہوتا ہے تو نقیض دعویٰ محال ہوا اور احد النقیضین جب محال ہوتا ہے تو دوسرا واجب ہوتا ہے۔ تو عین مدعیٰ واجب اور ثابت ہوا۔معنی یہ ہوگا الہ ایک ہے اگر ایک نہ ہو اور متعدد ہوں تو یہ نقیض مدعی ہے اب جب دوسرا آلہ واجب اور قادر علی الکمال ہے یہ پہلے آلہ کے کسی فعل کی ضد کے ساتھ اپنا ارادہ متعلق کرسکتا ہے۔یا نہیں اگر نہیں کرسکتا تو عجز لازم آیا اور عاجز خدا نہیں بن سکتا ہے اگر کرسکتا ہے تو کیا اس ارادہ کی وجہ سے اپنی مراد حاصل کرسکتا ہے؟ یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا ہے تو پھر عجز لازم آیا اگر مراد حاصل کرسکتا ہے' تو اجتماع ضدین لازم آیا اور یہ محال ہے۔ منطق کے بعض قواعد بالکل مسلمات سے ہیں ان پر سب کا اجماع ہے۔مثلاً اجتماع ضدین اجتماع نقیضین' ارتفاع نقیضین اور تداخل جواہر متحیزہ وغیرہ ممنوع ہیں۔ برہان تمانع میں یہ قاعدہ سامنے آیا کہ اجتماع نقیضین محال ہے۔

"لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا"

لازم باطل ہے تو ملزوم اس کے مثل ہوگا یعنی باطل ہوگا۔یہاں لو استدلالیہ ہے' لو کی کئی قسمیں ہیں۔ "لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل" میں لو امتناعیہ ہے' کبھی لو مصدریہ آتا ہے' کبھی تمنائیہ اور کبھی شرطیہ آتا ہے یہی لو شرطیہ کبھی امتناعیہ اور کبھی استدلالیہ آتا ہے۔لو امتناعیہ کی مثال یہ ہے۔"لو جئتنی لاکرمتک" اس میں انتفاء اول انتفاء ثانی کے لئے سبب ہے اور اس لو امتناعی میں انتفائیں دونوں معلوم ہوتے ہیں صرف انتفاء ثانی فی الواقع کے لئے معلوم نہیں تو امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفار ثانی کے لئے سب فی الواقع انتفاء اول ہے۔لو استدلالی میں انتفاء ثانی دلیل ہوتی ہے انتفاء اول پر اور وہ لازم ہے اور انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم آتا ہے۔لو استدلالی میں ایک انتفا معلوم دوسرا مجہول ہوتا ہے تو مجہول معلوم کے ذریعے مجہول حاصل کیا جاتا ہے۔امتناعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتفاء ثانی کے سبب فی الواقع انتفاء اول ہے۔

قیاس استثنائی میں چار صورتیں آتی ہیں۔دو منتج اور دو عظیم تو "لو کان فیھما" کا حاصل یہ ہے کہ فساد نہیں تو متعدد الھیہ نہیں۔یہی منطق کا ایک قاعدہ اور دلیل کی ایک قسم ہے۔

(۲) حدیث میں آتا ہے " فان خیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" یہ قیاس اقترانی اور شکل اول ہے۔

(۳) مسلم شریف کی روایت ہے۔حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

لاتدخلون الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا"

نتیجہ نکلا کہ جب تک آپ میں محبت نہ ہو جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر حضورؐ نے آپس میں محبت بڑھانے کا نسخہ بتلایا کہ "افشوا السلام" سلام کو عام کرو سلام کو پھیلاؤ یہ زبانی خیر رسانی اور محبت کا ذریعہ ہے۔ "الانسان عبد الاحسان" انسان تو احسان کا بندہ ہے۔ ایک آدمی آپ کو زبانی یا عملی طور پر خیر پہنچائے تو آپ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی۔ خیر رسانی محبت کے اسباب میں سے ایک ہے' یہی حدیث بعینہ شکل اول کا مادہ ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخاطب کر کے فرمائیں گے۔ "أنت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله قال سبحنک" یہ سوال جواب بعینہ اس طرح ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوال جواب ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "رب أرنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی" حضرت ابراہیمؑ کا مقصد اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا لیکن پھر بھی حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا" الوم تؤمن" اس سوال جواب کی کیا ضرورت پیش آئی جو ضرورت حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہے وہی ضرورت حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ میں ہے۔ أن کنت قلته فقد علمته" تالی باطل ہے اور مقدم اس کے مثل ہے۔ ملازمہ اس کے مثل ہے۔ ملازمہ یہ ہے "تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک" یہ بھی قیاس استثنائی ہے۔

(۵) منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "ومن الناس من یقول امنا بالله وباليوم الاخر وماهم بمؤمنین" مسئلہ یہ ہے کہ "رد مردود" کے ساتھ لفظاً ومعناً موافق ہوتا ہے۔ منافقین نے کہا "امنا" یہ جملہ فعلیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جملہ کی تردید جملہ اسمیہ اور بازائد کے ساتھ کی ہے یعنی "وماهم بمؤمنین" تو "امنا" کا رد "وما هم بمؤمنین" کے ساتھ کرنا دونوں میں موافقت نہیں کیونکہ ایک جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ رد اور مردود ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ منافقین کا جملہ "امنا" موجبہ مطلقہ عامہ ہے یعنی ہمارا ایمان بالفعل موجود ہے منافقین نے "انا امنا" کا دعویٰ نہیں کیا' موجبہ مطلقہ عامہ کی نقیض جہت کے اعتبار سے سالبہ دائمہ ہوتا ہے' اور "ماہم بمؤمنین" سالبہ دائمہ ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں" بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته" بلغ امر اور حکم ہے "فان لم" شرط ہے "فما بلغت" جزا ہے دونوں میں اتحاد ہے' اسلئے کہ بظاہر دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ حالانکہ شرط اور جزا کا مفہوم الگ الگ ہونا چاہیے۔ اس کے حل اور جواب کے لئے منطق کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ "بلغ ما" میں کلمہ ما کا مفہوم عام ہے اس کا مفہوم موجبہ کلیہ بنتا ہے۔ یعنی جو کچھ نازل کیا ہے وہ سب پہنچائیں گے۔ موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

"وان لم تفعل" سالبہ جزیہ ہے اگر دین کا بعض حصہ نہ پہنچایا تو سلب جزی ہوگا' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی سلب کلی ہے اس لئے فرمایا "فما بلغت رسالته" یعنی آپ نے سرے سے کچھ پہنچایا ہی نہیں۔ منطق کے قاعدہ کے مطابق سلب جزی کبھی سلب کلی کے ضمن میں آتا ہے اور کبھی ایجاب جزی کے ضمن میں۔

اب شرط اور جزا میں مغائرت آجائے گی تو "وان لم تفعل" سالبہ جزیہ ہے ایجاب جزئین کے ساتھ اور "فما بلغت رسالته" سالبہ کلیہ ہے لہذا شرط اور جزا میں مغائرت پائی گئی۔ منطقی قواعد کی رو سے قرآن مجید پر واقع ہونے والا اعتراض ختم ہوگیا۔

(۷) حدیث ذوالیدین کے بارے میں آپ کو علم ہے بنابر اختلاف روایات ظہر یا عصر کی نماز سہواً حضور ﷺ نے پوری نہیں پڑھی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ حضور ﷺ کے انتہائی رعب کی وجہ سے پوچھنے کی جرأت بھی مشکل تھی یا ایک صحابی جو ہاتھوں کی درازی کی وجہ سے ذوالیدین کے ساتھ مشہور تھے جیسے حضرت اسامہ ذوالبطین کے ساتھ مشہور تھے' ان کی توند قدرے بڑی تھی تو ذولیدین نے حضور ﷺ سے پوچھا أقصرت الصلوة ام نسيت يارسول الله" حضور ﷺ نے فرمایا "كل ذالك لم يكن لم انس ولم أقصر" حضور ﷺ نے سالبہ کلیہ ذکر کیا نہ بھول ہوئی اور نہ نماز میں کمی آئی ہے۔ حضرت ذولیدین نے پھر فرمایا "بعض ذالك قد كان" یعنی کچھ تو ہوا ہے۔ سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ اس لئے ذولیدین نے سالبہ جزیہ ذکر کیا۔ یعنی سہواً ایسا ہوا ہے۔

(۸) کفار کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشریت کے منافی ہے بشر رسول نہیں ہوسکتا۔ کہتے تھے۔ "ما انزل اللہ علی بشر من شئ" یہ سالبہ کلیہ ہے یعنی کسی بشر پر اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ" یہ موجبہ جزیہ ہے اور سالبہ کلیہ کا نقیض ہے یعنی کفار کی بات غلط ہے۔

منطق بدعت نہیں:

ان منطقی قواعد کی حقیقتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں لیکن ان کے اطلاقات حادث ہیں۔ اب اگر کوئی منطق کو بدعت اور منطقی کو بدعتی کہے' تو صحیح نہیں' پھر تو اصول حدیث' اصول فقہ اور فقہ بھی بدعت ہوگی اور محدثین اور فقہا بدعتی ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے محدثین متکلمین ماتریدیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایمان کے بارے میں ان کا مسلک صحیح اور درست ہے' لیکن ان کے اطلاقات حادث اور بدعتی ہیں۔ حضرت العلامہ مولانا سمیع اللہ خان صاحب مدظلہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ابن تیمیہ کا خدشہ ہے' یہ بدعتی اقوال نہیں بلکہ جدید اصطلاحات ہیں "لكل مصطلح ان يصطلح ماشاء" یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے فقہا کرام نے نماز کے تمام اجزاء کا تجزیہ کر کے کہہ دیا کہ فلاں جز فرض ہے فلاں واجب اور فلاں سنت ہے۔ یہ تجزیہ اس لئے کیا کہ نماز کے ہر جز کا الگ الگ حکم معلوم ہوجائے۔ ایسا کرنا بدعت نہیں۔

مثال:

نماز کا تجزیہ گھڑی کے اجزاء کی تجزیہ کی طرح ہے جس طرح گھڑی میں بعض پرزے اہم اور بعض اجزاء تزئین وتکمیل کے لئے ہوتے ہیں' اس طرح نماز کے بعض اجزاء اہم یعنی فرض واجب اور بعض اجزاء تکمیل وتزئین کے لئے ہوتے ہیں۔

پس اصل تو قرآن وحدیث ہے اس میں بے شمار مخفی قواعد ہیں ان میں بے شمار جزئیات پڑے ہوئے ہیں۔ فقہ' اصول فقہ' اصول حدیث' صرف' نحو' منطق' معانی وغیرہ مفید معاون علوم نے قرآن وحدیث کے تمام مخفی قواعد اور جزئیات آشکارا کر دیئے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا سرچشمہ ذات باری ہے' اس کی ہر صفت لامحدود ہے تو اس کی صفت علم اور کلام کے بے کراں وسعتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کے ان تمام معاون علوم میں جان ومال اور وقت کھپانے سے اجتہادی استعداد بڑھتی ہے عقلی قوتیں بڑھتی ہیں۔ ان تمام علوم وفنون کی تمام اصطلاحات کو اگر لغوی معنی سے بدعت کہہ دیا جائے تو ٹھیک ہے جس طرح حضرت عمرؓ نے بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرمایا تھا۔ ''نعمۃ البدعۃ ھذہ'' حضرت شیخ سلیم اللہ خان فرماتے ہیں جس طرح انسان میں قوت عاملہ ہے جس کے عدم استعمال سے وہ قوت منجمد ہوجاتی ہے' پھر انسان پر فالج وغیرہ' بیماریاں حملہ کرتی ہیں' اس طرح انسان میں قوت مدرکہ عاقلہ بھی ہے اس کے عدم استعمال سے اس قوت کو نقصان پہنچا ہے' عقل عالم واقع کے لئے سلطان ہے۔ محسوسات کے لئے عقل ہے' اگر اس کا استعمال نہ ہو تو بالکل واضح بات بھی سمجھ میں نہیں آتی' بڑی عمر کے دیہاتی ان پڑھ لوگوں کو دیکھ لیں ان کی عقل بڑی موٹی ہوتی ہے علمی اور معقولاتی باتیں تو در کنار کبھی عام باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں وجہ یہ ہے کہ ان بے چاروں کی عقل کبھی استعمال ہوئی ہی نہیں ہے۔ دنیاوی امور میں عقل خوب استعمال کی ہوئی ہے لیکن دینی اور علمی باتوں تک ان کی رسائی مشکل ہوتی ہے' علوم وفنون کا تعلق تو عقل کے ساتھ ہے۔ اور ان کی عقل اس باب میں منجمد ہوچکی ہوتی ہے۔

کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ختم اللہ علی قلوبھم"

یعنی ان کی تمام استعدادیں اور قوتیں دین کے بارے میں عدم استعمال کی وجہ سے ختم ہوچکی ہیں قوت عاقلہ کا استعمال منطق میں خوب ہوتا ہے' کیونکہ معقولات کی بحثیں ہیں' غبی طلبہ کی غباوت کا علاج بھی ہے کیونکہ اس سے "تشحیذ الاذہان" ہوتا ہے' تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ منطقی حضرات اکثر بزرگ قسم کے لوگ ہوتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کی ابحاث کرتے رہتے ہیں لیکن کبھی ان میں غرور بھی آجاتا ہے۔

لطیفہ: ایک طالب علم نے سلم العلوم کی شرح ''بوستہ'' زبانی یاد کی تھی' اتفاقاً ایک مرتبہ بازار میں کسی شخص کو شرٹ پتلون میں ملبوس دیکھا تو اس کے ساتھ الجھ پڑا کہ بوستہ میں نے یاد کی ہے' اور سوٹڈ بوٹڈ آپ پھرتے ہیں' لیکن اگر اس

نشہ علمی کے ساتھ دینی تہذیب جمع ہو جائے تو آدمی کی اصلاح ہو جاتی ہے اور پھر ایک قابل جوہر بن جاتا ہے' طلباء کا بھی ایک مزاج ہوتا ہے' کہتے ہیں کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو اس کو 'لابد' کا ترجمہ بھی نہیں آتا۔ ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ ایک ایک کتاب کا ماہر عالم ہوتا تھا' ہمارے علاقہ میں ایک عالم کی کافیہ دانی میں بڑی شہرت تھی' جبکہ شرح جامی میں یہ کیفیت نہ تھی۔ ایک عالم نے ایک طالب علم کے سامنے "لابد" کا پورا ترجمہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ لا کا معنی ہے طالب علم نے کہا کہ بدّ کا کیا معنی ہے؟ تو استاد نے کہا: کہ یہ منطقی لفظ ہے تو طلباء نے مشہور کر دیا کہ جس نے منطق نہ پڑھی ہو تو "لابد" کا ترجمہ بھی نہیں کر سکتا۔

اکابر اور علم منطق:

ہمارے اکابر علوم کا سمندر تھے ہر فتنے کا جواب' تعاقب اور رد کیا۔ ہر ملحد کو دندان شکن جواب دیا' یہ اکابر علم منطق کے ماہر تھے' شاہ ولی اللہ اور اس کے خاندان والے اس فن میں بڑے ماہر تھے۔

حجۃ اللہ البالغۃ' تفسیر بیضاوی' تفسیر کبیر' توضیح تلویح' مسلم الثبوت' مطول اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب "آب حیات" وغیرہ منطق کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ان قیمتی اور علمی جواہر پاروں سے استفادہ علم منطق میں مہارت کے بغیر مشکل ہے۔

تنبیہ:

اس فن کی اہمیت میں شک تو نہیں لیکن زیادہ انہماک بھی صحیح نہیں بعض لوگوں نے صرف اسی فن میں عمریں کھپادیں حالانکہ یہ تو دیگر علوم آلیہ کی طرح ایک آلہ ہے ساری عمر آلہ کے ساتھ بسر کرنا اور مقاصد سے محروم رہنا سعادت مندی نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کسی بڑی شخصیت کا قول نقل کرتے ہیں کہ منطق فی نفسہ تو بے کار ہے' لیکن کارآمد چیز اس کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے' تو اس کا سیکھنا برا نہیں بلکہ ایک حد تک ضروری ہے۔

ہمارے زمانے میں معتزلہ' جبریہ اور خوارج تو موجود نہیں ہیں لیکن ان کے عقائد موجود ہیں ان کا رد منطق کے بغیر مشکل ہے' ہمارے اکابرین کو اس فن میں ملکہ حاصل تھا' ہمارے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم المعروف بہ وڈیگرام بابا طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ بھی بڑے عجیب ہیں کہ دورۂ حدیث اور منطق پڑھ لینے کے بعد جا کر دوسرے فنون کا دورہ کرتے ہو' اس زمانے میں بونیر میں ایلئے نامی جگہ میں اصول فقہ کا دورہ ہوتا تھا فرماتے تھے کہ منطق پڑھ لینے کے بعد دوروں کی ضرورت نہیں مراد یہ تھی کہ منطق اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینے کے بعد استعداد اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ آدمی فن کی ہر کتاب حل کر سکتا ہے۔ استاد محترم حضرت مارتونگ بابا فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر تفصیل کے ساتھ کوئی مسئلہ شروع کروں تو کئی دن تک اس پر بحث کر سکتا ہوں اگر بحث ختم کرنا چاہوں تو ختم کر دیتا ہوں ورنہ ہفتوں میں وہ بحث ختم نہیں ہو سکتی یہ ان کی اجتہادی قوت تھی' آپ کو تمام علوم اور بالخصوص علم منطق میں درجہ ء کمال

مہارت حاصل تھی' بلکہ اس فن کے مجتہد تھے۔

منطق اور فلسفہ میں فرق:

فلاسفہ کے نزدیک علم منطق فلسفہ کا مقدمہ ہے' لیکن اہل سنت والجماعت کے علماء نے علم منطق کو تمام علوم کا مقدمہ قرار دیا ہے' علم حکمت اور فلاسفہ کے بہت سے مسائل خلاف شرع ہیں۔ جن کی علماء دوران درس تردید کرتے رہتے ہیں۔ تہافتہ الفلاسفہ میں تفصیلاً اس کا ذکر ہے جس طرح ہمارے فقہاء کرام اپنی کتابوں میں تردید کے لئے بطور نمونہ کفریہ اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۹) امام مسلم نے مسلم شریف کے مقدمہ کے آخر میں حدیث معنعن کے ضمن میں یہ بات لکھی ہے کہ لفظ عن کے ساتھ روایت حدث کو معنعن کہتے ہیں اس میں امام مسلم کا مذہب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت کے لئے امکان اللقاء کافی ہے بشرطیکہ روای مدلس نہ ہو جبکہ امام بخاری کے نزدیک بالفعل لقاء ضروری ہے امام مسلم نے اس مسئلہ میں امام بخاری اوران کے ہم نوا حضرات کی خوب خبرلی ہے کہ ان کا قول محدث ہے اور سلفا خلفا تمام محدثین کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے پہلا رد یہ کیا ہے کہ امام بخاری اوران کے ساتھیوں نے خرق الاجماع کیا ہے' پھر ان سے منع مصطلح یعنی دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔ کہ آپ جو شرط زیادہ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے۔ قیامت تک نقلی دلیل پیش نہیں کرسکتے عقلی دلیل تو پیش کریں' امام بخاری اوراس کے ہم خیال حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے رواۃ قدیماً وحدیثاً کبھی روایت کو مرسل بغیر تدلیس کے ذکر کرتے ہیں یعنی ارسال کرتے ہیں ان مرسل روایات پر کسی نے نکیر نہیں کی۔ حالانکہ امام شافعیؒ اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت قابل حجت نہیں اب جب حدیث مرسل قابل حجت نہیں اور پھر بھی محدثین ارسال کرتے ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ راوی جب الفاظ ذکر نہ کرے بلکہ لفظ عن ذکر کرے تو احتمال ہے کہ اس نے ارسال کی ہے تو احتمال ارسال ختم کرنے کے لئے ہم نے بالفعل لقاء کی شرط لگا دی ہے۔ امام مسلم نے اس پر مضبوط رد نقض اجمالی یا نقض تفصیلی کی شکل میں کیا ہے۔

شارحین لکھتے ہیں کہ یہ استدلال ایسا ہے کہ جیسے فلاسفہ ہیولیٰ ثابت کرتے ہیں۔ "ان بعض الاجسام القابلة للانفاک یجب ان یکون فی نفسه متصلا واحدة والالزم الجزء الذی لایتجزی" بعض اجسام القابلة للانفکاک متصل ہوں گے۔ اگر فی نفسہ متصل نہ ہوں تو جز لایتجزی لازم ہوگا۔ اور یہ لازم باطل ہے عناصر میں ہیولیٰ ثابت کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہیولیٰ تمام اجسام میں ثابت ہے تو علامہ میبذی نے اس پر خوب رد کیا ہے کہ آپ نے تو عناصر میں ہیولیٰ صحیح طور پر ثابت نہیں کیا تو افلاک میں ہیولیٰ کیسے ثابت کروں گے' لیکن انہوں نے عناصر اربعہ یعنی مفردات میں ہیولیٰ ثابت کیا ہے۔ اور کہا کہ افلاک میں بھی ثابت ہے' اس لئے کہ جسم حقیقت میں ایک ہی نوعیہ ہے' اور حقیقت نوعی کے افراد متناہی فی الاحکام ہوتے ہیں۔ ان افراد میں حکم ایک

دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا۔ یعنی جو حکم مقتضی طبیعت ہے وہ تمام افراد میں یکساں ہوتا ہے ایک دوسرے سے نہ مختلف اور نہ یہ حکم مختلف ہوتا ہے۔ "وان عاق عنها عائق خارج" اگرچہ خارجی موانع کی وجہ سے ایک حکم بعض افراد میں نہیں آجائے۔ لیکن مقتضی ذات تمام افراد میں برابر ہوتا ہے اب جب بعض افراد میں کہ اجسام مفردہ قابلة للانفکاک ہیں احتیاج الی الھیولٰی ثابت ہوا تو سارے افراد جسم میں ہیولٰی ثابت ہوا۔ اب امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں بھی حقیقتاً ایک ہی نوع ہے، نفس حقیقت کے اعتبار سے ایک راوی کا حکم دوسرے روای کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ ہاں اگر کوئی خارجی مانع پایا جائے تو حکم بدل جائے گا اب جب ایک راوی نے ارسال کیا ہے اور دوسری جگہ راوی نے عن کے ساتھ روایت کی ہے تو اس میں بھی ارسال کا احتمال ہوگا۔ کیونکہ یہ افراد در حقیقت نوعی واحد کے ہیں۔

امام بخاری وحزبہ "تفلیة اللقاء" شرط قرار دیا ہے۔

(۱۰) ایک صحابی نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر شرائع اسلام کے بارے میں پوچھا تو حضورﷺ نے کچھ شرائع کا ذکر فرمایا تو وہ صحابی کہنے لگے "یارسول اللہ لا ازید علی هذا ولا انقص منه شیأ" خدا کی قسم میں ان شرائع میں کوئی کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ لا ازید کا کیا مطلب ہے حضورﷺ نے تو مکمل اور پورے شرائع ذکر نہیں فرمائے تھے۔ حج کا ذکر نہیں کیا منہیات کا ذکر نہیں کیا تو بغیر اس کے جنت میں داخلہ کیسے ہوگا۔ دوسری طرف صحابی نے قسم بھی کھائی ہے حالانکہ ارشاد باری ہے کہ "لاتجعلو الله عرضة لایمانکم ان تبروا" یعنی کار خیر کے ترک کی قسم نہ کھاؤ حالانکہ صحابی نے جو قسم کھائی اس سے یہی نکلتا ہے کہ کار خیر کے ترک کی قسم ہے۔

اس حدیث کی محدثین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔

(۱) تبلیغ ورسالت میں کمی نہیں کروں گا۔

(۲) اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ اگر شریعت کی طرف سے کوئی اور حکم ملے تو اتباع کروں گا۔

(۳) سوال میں زیادتی نہیں کروں گا۔ اور عمل میں کمی نہیں کروں گا۔ ایسا نہیں کہ عمل میں زیادتی نہ کروں گا بلکہ عمل زیادہ کروں گا۔

(۴) حضور کے اس پیغام کو قوم تک پہنچانے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ "لا ازید" کا ذکر استطراداً ہے یہ ایسا ہے جیسا صاحب حمداللہ حمداللہ میں ذکر کرتے ہیں کہ تصدیق کا متعلق قضیہ کا اجمالی مفہوم ہے آگے لکھتے ہیں، اجمال کے تین معانی ہیں۔ (۱) "کمافی الحد والمحدود" (۲) اجمال قبل التفصیل (۳) اجمال بعد التفصیل

اس پر اشکال ہے کہ حد میں تفصیل ہوتی ہے نہ کہ اجمال میں۔ اجمال تو محدود میں ہوتا ہے۔ تو "کمافی الحد والمحدود" کا کیا مطلب ہوا تو جواب میں کئی توجیہ پیش کی جاتی ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ حد کا استطراداً ہے۔ خرید وفروخت میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ دکاندار جب قیمت بتاتا ہے تو گاہک پوچھتا ہے کہ قیمت

میں کوئی کمی بیشی ہوگی یا نہیں۔ دکاندار بھی کہتا ہے کہ کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔ بائع ومشتری دونوں جانتے ہیں کہ کمی کے ساتھ بیشی کا ذکر استطرادا ہے' آپ حضرات نے مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی تشریحات اور توجیہات ملاحظہ فرمائیں' ان کی بنا علم منطق کے قواعد اور اصول پر ہے۔ علمی تبحر' عقلی ورزش اور عقلی قوتوں میں توسع اس معقولی علم کے ساتھ آتی ہے' ہم اس کو فرضیت کے درجے تک نہیں پہنچاتے اگر چہ بعض حضرات نے علم منطق کو ایک اعتبار سے فرض قرار دیا ہے اور بعض نے تو انتہائی تفریط سے کام لے کر حرمت کا فتوی صادر کیا ہے' یہ دونوں طرف سے زیادتی ہے' جو کسی طرح سے معقول بات نہیں۔

وفاق کا نصاب:

نصاب میں بعض تبدیلیاں بڑی مفید ہیں اور بعض تبدیلیوں پر ہمیں شکوہ ہے کام وہی کرنا چاہیے جس سے طالب علم کی مضبوط علمی استعداد پیدا ہوتی ہو نصاب میں ایسی تبدیلی کرنا جس سے استعداد مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہو جائے کوئی معقول بات نہیں۔ تعلیمی مدت بڑھانے کا اتنا فائدہ نہیں ہمارے زمانہ طالب علمی کا طریقہ یہ تھا کہ کسی فن کی کتاب کا مشکل حصہ استاد پڑھاتا تھا۔ بقیہ کتاب طالب علم کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ کیونکہ مقصد کتاب اور فن کا سیکھنا ہوتا تھا۔ مقصد کتاب کا ختم کرنا نہیں ہوتا تھا۔ شرح عقائد کا ابتدائی حصہ مشکل ہے۔ اس لئے عذاب قبر تک استاد پڑھاتا شرح جامی کا مقصد مہم مشکل ہے باقی آسان ہے ہمارے استاد محترم حضرت مارتونگ بابا کا قدیم طریقہ یہ تھا کہ طالب علم سے کہتے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ اگر وہ ہاں کہہ دیتا تو کہتے کہ سناؤ کیا سمجھے اگر وہ درست مطلب بیان کر دیتا تو اس سے کہہ دیتے جاؤ آپ کا کام مکمل ہے' اگر طالب علم نے کتاب صحیح طور پر حل نہ کی ہوتی اور کچھ کمی باقی ہوتی تو پھر تفصیلاً عرض کرتے۔ اور پھر پڑھایا ہوا سبق پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق سنتے' لیکن حضرت مارتونگ بابا نے دارالعلوم سیدو شریف میں تشریف آوری کے بعد تدریس کا وہی پرانا طریقہ تبدیل کر دیا اب خود مکمل تقریر کر کے عبارت کے قاری سے اعادہ کرواتے تھے تو حضرت کے تلامذہ بالفعل مدرس ہوا کرتے تھے۔ اب نصاب کو آسان بنانے کی کوششیں کی جارہی ہے جو کسی طرح بھی طالب علم کے لئے اور علماء کے مستقبل کے لئے مفید نہیں۔ ماضی میں درس نظامی نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے ہیں۔ ہمارے تمام اساتذہ اس درس نظامی کا ثمر ہیں۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔